(14)

اگر تم خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنا چاہتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے

(فرمودہ 30 جون 1950ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"بعض چھوٹے چھوٹے لفظ ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر ایک بہت بڑا مضمون پوشیدہ ہوتا ہے انجیل میں خدا تعالیٰ کو باپ قرار دیا گیا ہے اور مسیح علیہ السلام اپنے حواریوں کو کہتے ہیں کہ تم کسی کو اپنا باپ نہ سمجھو مگر اُسی کو جو آسمان پر ہے۔1 اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی مشابہت ماں سے دی ہے جیسے فرمایا جب کوئی گنہگار بندہ توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اُس سے کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی ایک ماں کو اس کے کھوئے ہوئے بچے کو پالینے سے ہوتی ہے۔2 باپ اور ماں کا فرق تو محض شدتِ احساس اور نسبتاً کم احساس پر دلالت کرنے کے لئے ہے ورنہ جہاں تک بے لوث اور بے دلیل محبت کا سوال ہے باپ اور ماں کی محبت ایک ہی رنگ کی ہوا کرتی ہے۔ نہ باپ کی محبت کسی لالچ اور حرص پر مبنی ہوتی ہے اور نہ ماں کی محبت کسی لالچ اور حرص پر مبنی ہوتی ہے۔ نہ باپ اپنے بچے سے دلیلوں اور بحثوں کے بعد محبت کرتا ہے اور نہ ماں دلیلوں اور بحثوں کے بعد اپنے بچے سے محبت کرتی ہے۔ ہاں باپ اور ماں کی محبت میں بعض قسم کے فرق بھی ہیں مگر وہ ان دونوں قسموں میں سے نہیں ہیں۔ وہ الگ قسم کے ہیں۔ بہرحال جو قریب کے دو سلسلے ہیں یعنی ایک وہ جس میں ہم خود شامل ہیں اور ایک وہ جو ہمارے سلسلہ سے قریب زمانہ میں دنیا میں آیا اِن دونوں میں خدا تعالیٰ اور بندے کا تعلق

ماں باپ اور بچوں کے تعلق کے ساتھ مشابہہ قرار دیا گیا ہے۔

دنیا میں محبتیں اَور بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ گہری محبت خاوندوں اور بیویوں میں ہوتی ہے بلکہ اگر مغربی فلاسفروں کے اقوال پر غور کیا جائے تو وہ ماں باپ کے تعلق اور مردوعورت کے عشق میں یہی امتیاز کرتے ہیں کہ مرد اور عورت کا عشق زیادہ شدید ہوتا ہے۔ بلکہ اگر ہم بائبل پر غور کریں تو وہاں بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ چونکہ تُو نے **حوّا** کے کہنے پر ممنوعہ درخت جس سے میں نے تجھے منع کیا تھا چکھ لیا ہے اس لئے آئندہ تُو اس سزا کی وجہ سے ماں باپ کو چھوڑے گا اور عورت کے پیچھے چلا جائے گا۔ 3

پس جہاں تک محبت کا سوال ہے عام حالات میں میاں بیوی اور بعض حالتوں میں ایک عاشق اور معشوق کی محبت ماں باپ کی محبت سے بڑھ جایا کرتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ محبت ماں باپ کی محبت کی طرح ہے یا وہ محبت ماں باپ کے رشتہ کی مانند ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ محبت ماں باپ کی اپنے بچے سے محبت اور بچے کی اپنے ماں باپ سے محبت سے زیادہ شدید اور مجنونانہ رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ یہ اَور قسم کی محبت ہے اور یہ تعلق اَور قسم کا تعلق ہے۔

بسا اوقات ماں باپ سے ان کا بچہ کھویا جاتا ہے۔ بچپن میں چور، ڈاکو یا کوئی اور دشمن اسے اٹھا کر لے جاتا ہے اور ماں باپ نہیں جانتے کہ پندرہ بیس یا تیس سال کے بعد ایک نوجوان جو انہیں ملتا ہے وہ اُن کا اپنا بیٹا ہے۔ بسا اوقات وہ بچہ دشمنوں میں پلتا ہے ماں باپ اسے دشمن قرار دیتے اور اسے دشمن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں میاں بیوی اور عاشق و معشوق جن میں کوئی باہمی رشتہ نہیں ہوتا جو غیر ہوتے ہیں وہ اپنے اندر اُن سے زیادہ اتصال اور اتحاد رکھتے ہیں اور ان سے زیادہ آپس میں رغبت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ وہ لڑکا ماں باپ کے نطفہ اور پیٹ سے ہوتا ہے دشمنوں میں رہنے کی وجہ سے دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ مرد اور عورت اور عاشق و معشوق ایک دوسرے کے پیٹ سے نہیں ہوتے بوجہ اکٹھا رہنے کے وہ آپس میں شدید محبت محسوس کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ لڑکا جو دشمن کے گھر میں پلا ہے اور جس کو اُس کے ماں باپ دشمن سمجھتے ہیں وہ اپنے جسم میں وہ بیماریاں رکھتا ہے جو اُس کے ماں باپ کو لاحق ہوتی ہیں۔ اور وہ بعض قسم کے اخلاق اپنے اندر رکھتا ہے جو اس کے ماں باپ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ محبت و عشق والے مرد و عورت ایک دوسرے کے

اس طرح وارث نہیں ہوتے۔ ان میں سے ہر ایک وہ بیماریاں اور اخلاق اپنے اندر نہیں رکھتا جو دوسرے کے اندر پائے جاتے ہیں۔ ایک دشمن کے پاس رہتا ہے اوراس کے ماں باپ بھی اس کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں اور ایک کے لئے محبت کے جذبات کی فراوانی موجود ہوتی ہے۔ مگر جو دشمن کے گھر میں رہتا ہے اس کا خون، ہڈیاں اور جسمی بناوٹ بھی شہادت سے ثابت کر دیتی ہے کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔ لیکن مرد اور عورت جن میں عاشق اور معشوق کے تعلقات ہوتے ہیں باوجود اکٹھا رہنے کے کوئی جسمانی اور خلقی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ مثلاً بعض اقوام ہیں ان میں ورثہ کے طور پر کوئی ایک چیز چلی آتی ہے اور وہ سب میں پائی جاتی ہے۔

مغلوں کو ہی لے لو ان کے چہرہ کی ہڈی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ مغل ہندوستان میں آئے تو یہ چیز ان میں بطور ورثہ آ گئی۔ ہم سینکڑوں سال سے ہندوستان میں رہتے ہیں ہماری شکلیں بدل گئی ہیں لیکن یہ ہڈی ہمارے چہروں میں اُسی طور پر موجود ہے جیسے دوسرے مغلوں میں۔ اسی طرح چین کے لوگ ہیں ان کی آنکھ کی بناوٹ خاص قسم کی ہوتی ہے۔ چینیوں کی آنکھ سانپ کی آنکھ کی طرح ہوتی ہے۔ اب ایک چینی کو کسی ملک میں بھی لے جاؤ اُس کی یہ امتیازی علامت نہیں جائے گی۔ ایک چینی کا بیٹا خواہ دشمنوں میں چلا جائے اُس کی آنکھ کی بناوٹ سانپ کی آنکھ کی طرح ہوگی۔ مگر ایک چینی کی ہندوستانی معشوقہ میں باوجود اس کے کہ وہ اُس پر فریفتہ ہوگا اور وہ اس پر فریفتہ ہوگی یہ چیز نہیں پائی جائے گی۔

جب اسلام نے خدا کو ماں کے طور پر قرار دیا اور مسیح علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو باپ کے طور پر قرار دیا تو درحقیقت اِس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ تمہاری محبت کم ہو یا زیادہ بہرحال تمہیں اپنے اندر خدا تعالیٰ کی صفات کا ورثہ پیدا کرنا چاہیے۔ تمہارا خدا تعالیٰ سے اس قسم کا تعلق نہیں جیسے دوست کا دوست سے ہوتا ہے یا خاوند کا بیوی سے اور بیوی کا خاوند سے ہوتا ہے۔ دو دوستوں اور میاں بیوی میں محبت خواہ کتنی ہو اُن کا ورثہ کم ہوتا ہے۔ لیکن ماں باپ اور بچوں میں محبت خواہ کتنی کم ہو اُن کا ورثہ زیادہ ہوتا ہے۔ دیکھو! بعض لوگ بعض جانوروں کے انڈے دوسرے جانوروں کے نیچے رکھ دیتے ہیں تا ان سے بچے حاصل کریں۔ بے وقوف مرغیاں اور دوسرے بے وقوف جانور انہیں پال لیتے ہیں۔ لیکن ہوشیار مرغی انہیں چونچ مار کر پھوڑ دیتی ہے اور وہی انڈے اپنے نیچے رہنے دیتی ہے جو اُس کے اپنے ہوتے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ کے متعلق یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اُس میں نعوذ باللہ اتنی عقل بھی نہیں جتنی

ایک ہوشیار مرغی یا ایک ہوشیار فاختہ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی انہی بچوں کو اپنا قرار دے گا جو اُسے ماں سمجھتے ہوں گے اور جن کو خدا تعالیٰ سے بچوں کی نسبت ہوگی۔

پس مومن کو اپنے اخلاق خدا تعالیٰ کے اخلاق کی طرح بنانے کی کوشش کرنی چاہیے تا وہ باپ کا ورثہ پا سکے۔ جس نے اپنے باپ کا ورثہ نہیں پایا اُس نے باپ کا بیٹا ہونے کا کیا پھل لیا۔ آخر کسی کو ماں باپ کہہ دینے سے وہ ماں یا باپ نہیں بن جاتا۔ ماں باپ اُن اخلاق سے بنتے ہیں جو وہ اولاد کی طرف منتقل کرتے ہیں یا اولاد ان سے حاصل کرتی ہے۔

ہندوستان کی تاریخ کا ایک مشہور لطیفہ ہے۔ کوئی عورت عبدالرحیم خان خاناں پر جو اکبر بادشاہ کے اتالیق تھے عاشق ہوگئی اور اس نے انہیں رقعہ پر رقعہ لکھنا شروع کر دیا کہ مجھ سے شادی کر لیں۔ اُس زمانہ کی عورت کا غیر مرد کو خط لکھنا عجیب معلوم ہوتا تھا۔ اِسی لئے اُس نے اُس زمانہ کے حالات کے مطابق اپنی اِس حرکت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ لکھا کہ چونکہ آپ کے اخلاق بہت بلند اور اعلیٰ ہیں اور وہ مجھے پسند ہیں اس لئے میں چاہتی ہوں کہ میری اولاد میں سے بھی کوئی ایسا شخص ہو جس کے اخلاق آپ کی مانند ہوں۔ عبدالرحیم خان خاناں اُس سے شادی کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن اس عورت نے انہیں بہت دِق کیا۔ اگر وہ کھانا کھانے بیٹھتے تو اُس عورت کا رقعہ پہنچ جاتا اور اگر وہ شام کو اپنے دوستوں میں بیٹھتے تو اُس عورت کا کوئی رقعہ پہنچ جاتا۔ غرض ہر مجلس میں اس عورت کا رقعہ پہنچ جاتا کہ مجھ سے شادی کر لو۔ آخر عبدالرحیم خان خاناں نے اس عورت کو بلایا اور کہا بی بی! تم نے لکھا ہے کہ میں تم سے شادی کر لوں تا تمہارے ہاں میرے جیسی اولاد پیدا ہو۔ لیکن تم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات ماں باپ کی اولاد اچھی پیدا نہیں ہوتی اس لئے ممکن ہے کہ میں تم سے شادی کر لوں اور اولاد بھی پیدا ہو جائے لیکن اُس کے اخلاق میرے اخلاق کی مانند نہ ہوں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ بجائے اِس کے کہ تم میرے ساتھ شادی کرو تم مجھے اپنا بیٹا بنا لو تا یہ امکان باقی نہ رہے کہ شاید میرے نطفہ سے پیدا شدہ اولاد میرے اخلاق پر نہ ہو اور میں بھی آئندہ تم سے ماں باپ جیسا ہی سلوک کروں گا اور تمہاری بچوں کی مانند خدمت کروں گا۔ غرض جہاں اولاد میں ماں باپ کے اخلاق و عادات اور اطوار بطور ورثہ کے آتے ہیں اسی طرح بعض دفعہ بُری صحبت کی وجہ سے اولاد کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور اس کے اخلاق والدین کے اخلاق کی مانند نہیں ہوتے۔ لوگ انہیں ناخلف کہتے ہیں۔ خلف ایسی اولاد کو کہتے ہیں جس کو

کوئی شخص اپنے پیچھے چھوڑے۔ اور ناخلف ایسی اولاد کو کہتے ہیں جس کو کوئی شخص اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ یعنی ناخلف وہ بیٹا ہے جو باوجود بیٹا ہونے کے بیٹا نہیں۔

پس مومن کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے تا وہ خدا تعالیٰ کے اخلاق اور اُس کے اوصاف کا وارث بنے۔ درحقیقت مسلمانوں کے اندر یہ عیب پایا جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو ڈراؤنی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اُس کو پیار کرنے والے اور نیک سلوک کرنے والے کی شکل میں پیش نہیں کرتے۔ اس لئے انسان کے اندر خدا تعالیٰ کے تصور سے محبت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمہیں نیست و نابود کر دے گا، تباہ و برباد کر دے گا اس لئے انسان خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرنے سے گھبراتا ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کو اُس کی حقیقی صورت میں پیش کیا جائے تو انسان اس کے تصور سے گھبراتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۔4 یعنی میرا غضب، قہر، مارنا اور تباہ کرنا یہ صفات تابع ہیں اصل صفت رحمت ہے۔ پھر کہتا ہے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ 5 یعنی کمالِ انسانیت یہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے جھکو یہاں تک کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے کرتے خدا تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ۔ گویا خدا تعالیٰ اپنے آپ کو ایک عاشق کا درجہ بھی نہیں دیتا۔ وہ بندے کو معشوق اور اپنے آپ کو عاشق قرار دیتا ہے۔ اتنے تعلق کے ہوتے ہوئے سارا زور خدا تعالیٰ کے غضب، اُس کے عذاب اور اُس کے قہر پر دینا کتنے ظلم کی بات ہے۔ جہاں تک قہر کا تعلق ہے ماں باپ بھی اپنی اولاد کو مارتے ہیں بلکہ بعض دفعہ ماں باپ زیادہ مارتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ ہم اپنے بچوں کو مار رہے ہوتے ہیں تو پاس والے لوگ کہتے ہیں چلو جانے دو۔ وہ اُن کی نظر میں اچھا بننا چاہتے ہیں۔ مگر کیا اس سے ماں باپ کی محبت میں کمی آ جاتی ہے؟ دوسرا شخص سمجھے یا نہ سمجھے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ اُسے کس طرح سمجھتا ہے۔ ماں تھپڑ مارتی ہے اور پھر دوڑ کر اُس کی گردن میں باہیں ڈال دیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے اور تم میں سے ہر ایک کے روزانہ تجربہ میں یہ بات آئی ہوگی اور ہم نے تو پانچ پانچ منٹ تک ایسا ہوتے دیکھا ہے۔ ماں مارتی جاتی ہے اور بچہ اُس سے چمٹتا جاتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اُس کے پیچھے محبت ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ مار کو بُرا سمجھتا ہے لیکن

اِس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ مار محبت کی وجہ سے ہے۔اس لئے جتنا میری ماں مارے گی میں اُس کے ساتھ چمٹوں گا۔

خدا تعالیٰ کے تعلق کی اصل بنیاد محبت پر ہے لیکن وہ محبت ماں باپ والی محبت ہے۔خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اُس کی صفات اور اُس کے اخلاق میں اس کا وارث بن جائے جس طرح ماں باپ چاہتے ہیں کہ اُن کا نام باقی رہ جائے۔نام باقی رہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اللہ دتا یا محمد دین کا نام رہے بلکہ اِس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ ہماری اولاد ہماری عزت اور شُہرت کو قائم رکھنے والی بن جائے۔ہر خاندان اپنے کسی نہ کسی مخصوص کیریکٹر کا حامل ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اُس کی اولاد بھی اُس کیریکٹر کو قائم رکھے۔چوہڑوں اور چماروں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔مجھے یاد ہے قادیان میں ایک مخلص اور نیک دوست تھے وہ درزی کا کام کرتے تھے۔انہیں کوئی رشتہ نہیں ملتا تھا۔میں نے ایک غریب روئی دُھنے والے کے بیٹے کو اِس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اُسے اپنی بیٹی کا رشتہ دے دے اور وہ اس بات پر راضی ہو گیا۔اتنے میں مَیں نے کیا دیکھا کہ میں دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں کہ لڑکی کی دادی پاگلوں کی طرح بال کھولے ہوئے اور سر پر چارپائی اٹھائے بازار میں شور مچاتی ہوئی جا رہی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے بچے ہیں۔میں نے سنا کہ وہ کہہ رہی ہے کہ "کرناسی تے پھر کزاتاں نال ای کرناسی" یعنی اگر رشتہ کرنا تھا تو پھر کیا ایک ادنیٰ شخص کے ساتھ ہی کرنا تھا۔ویسے تو ہم کسی پیشے میں عیب نہیں سمجھتے لیکن اگر سمجھا جائے تو مجھے تو ایک درزی، دُھنیے سے بہتر نظر آتا ہے۔مگر واقع یہ ہے کہ دُھنیے، درزی کو اور درزی، دُھنیے کو ذلیل اور ادنیٰ سمجھتے ہیں۔

غرض تم کہیں چلے جاؤ ہر قوم اور ہر خاندان نے اپنا کوئی مخصوص کیریکٹر قرار دیا ہے اور اُن کا دل چاہتا ہے کہ اُن کا یہ کیریکٹر قائم رہے اور وہ اپنی منفردانہ حیثیت کو قائم رکھیں۔اور یہ صاف بات ہے کہ جب ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان بھی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنا کیریکٹر قائم رکھے تو کیا خدا تعالیٰ کی ذات ہی نَعُوْذُ بِاللّٰہ ایسی ہے کہ وہ یہ نہ چاہے کہ اُس کا کیریکٹر قائم رہے؟ یقیناً خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس کا مخصوص کیریکٹر قائم رہے اور وہ اُس کی روحانی اولاد کے ذریعہ ہی قائم رہتا ہے۔پس اگر تم خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنا چاہتے ہو اور اگر تم خواہش رکھتے ہو کہ تم خدا تعالیٰ کی اولاد قرار دیئے جاؤ تو تمہیں

خدا تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر جو سب سے بڑا معاملہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم اُس کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ عموماً لوگ شاخ کی طرف جاتے ہیں بلکہ شاخ کے آخری پتے کی طرف جاتے ہیں اور جڑ کو بُھول جاتے ہیں۔"

(الفضل مؤرخہ 21 دسمبر 1960ء)

1: متی باب 23 آیت 9

2: صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیلہٖ

3: متی باب 19 آیت 5

4: الاعراف:157

5: آل عمران:32